مجاہد الحسینی

خطیب اعظم کے خطیبانہ معرکے

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام آتے ہی آج بھی وہ منظر آنکھوں کے سامنے رقص کرنے لگتا ہے کہ انسانوں کے بحر مواج میں ایک طوفان برپا ہے اور تلاطم خیز موجوں سے شور و غوغا کی خوب معرکہ آرائی ہے کہ ایک کنارے سے کسی نے پکارا وہ آگئے! شاہ جی! بس پھر یہ کیفیت جیسے یہ علاقہ بحر بیکراں سے دور ایک ایسا بے آب و گیاہ چٹیل میدان ہے جس میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں!

ہر طرف ایک سناٹا اور سکوت طاری ہے کہ ایک جانب سے باوقار، پرشکوہ اور رعنا شخصیت نمودار ہوتی ہے جس کا چہرہ مہرہ تابناک، روشن اور منور جیسے خدا کے مقدس اور برگزیدہ انسان! شمع کی طرح روشن آنکھیں، جن سے غیرت و خودداری کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔

سر پر دودھ سے دھلے ہوئے سفید گھنگریالے بالوں کا تاج ایک عظمت و وقار کا آئینہ دار، ستاروں کی طرح چمکتی دمکتی پیشانی پر سلوٹیں جیسے کہکشاں! کلیوں کی طرح مسکراتے ہونٹ جن کی جنبش کے لئے ہزاروں دل مضطرب!

پاک و ہند میں اسلام کی دعوت و تبلیغ کا عظیم داعی جس نے لاکھوں کروڑوں انسانوں میں سچے اسلام کی روح پھونکی! اور بے شمار لوگوں کو جہالت و گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر نور اسلام کی ضوفشانیوں سے مستنیر کیا۔

اقلیم خطابت کے فرمانروا جس کے جوش خطابت کے آگے پہاڑوں کے دل دہل گئے اور ان کے پتے پانی ہوگئے جس کی ادنیٰ للکار نے کئی تحریکات کو جنم دیا!

ان محاسن و اوصاف سے متصف یہ ہیں "سید عطاء اللہ شاہ بخاری" آپ خطاب عام کے لئے کھڑے ہوئے، مجمع گوش بر آواز، فضا میں لحن حجازی رقص کرنے لگا۔ سامعین نے دل تھام لئے، شجر و حجر نے سرگوشیاں چھوڑ دیں، اور کائنات دم بخود ہوگئی۔ مکہ کے پہاڑوں، مدینہ کی گلیوں اور طائف کے بازاروں کا منظر آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتا! پندرہ منٹ اور بعض دفعہ نصف گھنٹہ کی تلاوت قرآن مجید کے بعد شاہ جی جب "صدق اللہ" کہہ کر سحر طرازیوں کا سلسلہ ختم کرتے تو سامعین کے دل و دماغ پر کیف و مستی چھا گئی ہوتی۔ اور یوں محسوس ہوتا کہ آسمان سے حور و ملائک مجمع پر رحمتوں کے پھول برسا کر جلسہ گاہ کو مشام جاں بنا گئے ہیں۔ اور آب کوثر سے ہر آنکھ پر نم کر گئے ہیں سامعین کا جی چاہتا کہ شاہ جی آج صرف قرآن پڑھ کر ہی سناتے رہیں۔ یہ اشتیاق اور تقاضا صرف مسلم سامعین کا نہ ہوتا بلکہ غیر مسلموں کی بھی یہی کیفیت ہوتی۔

ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ ہندو کا بیان ہے کہ میں دور دراز کا سفر کر کے صرف شاہ جی کی تلاوت قرآن سننے کے لئے مختلف جلسوں میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کیا کرتا تھا۔

قرآن حکیم کے بارے میں کبھی کفار کہا کرتے تھے کہ یہ کسی بڑے جادو گر کی سحر طرازی ہے۔ نعوذ باللہ بیسویں صدی میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تلاوت قرآن سن کر کہا جاسکتا ہے۔

ان هذا الا ساحر عظيم

یہ ایک بہت بڑا جادو گر ہے

نادر روزگار شخصیت

یوں تو سرزمین ہند نے کئی شعلہ بیان اور آتش نوا خطیب پیدا کئے ہیں۔ مگر زبان سے لوچ اسلوب بیان کی دلکشی فکر و خیال کی وسعت اور پختگی ظرافت کی شائستگی حاضر جوابی کی شوخی اور استدلال کی سحر کاری میں جو مقام امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو نصیب ہوا اس میں وہ منفرد اور یگانہ روزگار دکھائی دیتے ہیں۔

شاہ جی کے سحر خطابت کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ بارہا آپ نے سامعین سے خطاب کرتے کرتے رات گزار دی۔ اور جب طلوع فجر کے وقت موذن کی آواز کانوں میں پڑی تو سراپا حیرت بن کر پوچھا صبح ہو گئی ابھی تو میں تمہیدی کلمات ہی عرض کر رہا تھا۔

لوگو! صبح ہو گئی اور موذن پکار پکار کہہ رہا ہے اے نیند کے ماتو، ہوش میں آؤ۔

میں نے بھی اپنی پوری زندگی تمہیں خواب غفلت سے بیدار کرنے میں صرف کردی۔ لیکن تم بیدار نہ ہوئے، مجھے تو کبھی کبھی یوں محسوس ہونے لگتا ہے جیسے قبرستان میں اذان دے رہا ہوں۔ راقم الحروف ایک دفعہ ملتان میں حضرت شاہ جی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت مرغیوں کے لئے روٹی کے ٹکڑے بنا رہے تھے۔

میں نے ازراہ تفنن عرض کیا شاہ جی آپ کس کام میں لگ گئے۔

فرمانے لگے بیٹا کیا بتاؤں قوم کو زندگی بھر آواز دی، اسے پکارا، حتیٰ کہ میرے بال سفید ہو گئے لیکن اس کے دل کی سیاہی دور نہ ہوئی۔ آخر تھک ہار گیا اور انسانوں سے منہ موڑ کر اب خدا کی دوسری مخلوق کی طرف ملتفت ہوا ہوں۔ یہ مخلوق ایسی باوفا ہے کہ میری ادنیٰ پکار پر دیوانہ وار آتی ہے اتنے میں شاہ جی نے مرغیوں کو آ۔ آ۔ آ کہہ کر بلانا شروع کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے تمام مرغیاں شاہ جی کے ارد گرد جمع ہو گئیں۔ مجمع دیکھ کر فرمانے لگے۔! کیوں بیٹا ہے نا۔ اطاعت و فرمانبرداری کی ایک مثال۔

اعتقادات

شاہ جی اپنے یقین و ایمان کی بات کرتے تو ہمیشہ یہی فرماتے! خدا کی عبادت، رسول کی اطاعت انگریز کی بغاوت، یہ میرا ایمان ہے اور رہے گا۔ خدا معبود ہے محمد ﷺ محبوب اور انگریز مغضوب۔ خدا کو جو جی میں آئے کہو! اس کا محاسبہ وہ خود کرے گا مگر محمد ﷺ کے متعلق سوچ لینا یہ معاملہ عقل و خرد کا نہیں عشق کا ہے عشق پر زور نہیں ہوتا اور نہ اپنے پر اختیار پھر یہ نہیں سوچا جائے گا کہ قانون کیا کہتا ہے اور زمانہ کیا چاہتا ہے پھر جو ہونا ہوگا ہو جائے گا۔ اور جو ہوگا دیکھا جائیگا۔

انبیاء کرام

نبوت ورسالت کے موضوع پر خطاب کرتے شاہ جی فرمایا کرتے!

حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک کوئی نبی اور رسول ایسا نہیں آیا ہے جس نے اپنی تعلیمات میں اک جلا پیدا کرنے کے لئے اپنے دور کے کسی انسان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا ہو۔ نبی اور رسول براہ راست اللہ تعالی سے علم حاصل کرتے ہیں۔ نبی کی اللہ تعالی خود رہنمائی کرتے ہیں۔ انبیاء کرام معصوم بھی ہوتے ہیں اور بہادر بھی! آپ انبیاء علیہم السلام کے احوال پر نگاہ ڈالئے۔ جو نبی بھی دنیا میں تشریف لاتا ہے اس کے ایک ہاتھ میں الہام الٰہی کی کڑکتی بجلیاں ہوتی ہیں اور دوسرے ہاتھ میں تلوار۔ وہ کاشانہ باطل پر برق بن کر گرتا ہے اس کے جلو میں سمندروں کا شور اور طوفانوں کا زور ہوتا ہے۔ اس کی رفتار فرمانرواؤں کا دل دھڑکا دیتی ہے اور اس کی ایک للکار سے کائنات کا دل دہل جاتا ہے۔

عظمت قرآن

قرآن پاک سے شاہ جی کی شیفتگی اور والہانہ محبت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ استثنائی صورتوں میں قرآن مجید کے علاوہ کسی دوسری کتاب کو پڑھنے کی ضرورت بھی محسوس نہ کرتے آپ کا عقیدہ تھا کہ میرے لئے جو کچھ ہے قرآن مجید میں موجود ہے۔ اس سے باہر جو بھی ہے باطل ہے اور ایک باطل شے کے مطالعہ کے لئے میرے پاس وقت نہیں اگر آج دنیا قرآن کو چھوڑ کر دوسری کتابوں پر نگاہ کر سکتی ہے تو میں دوسری کتابوں سے روگردانی کر کے صرف آخری کتاب الٰہی پر اپنی توجہ کیوں نہ مرتکز کردوں۔ میں تو قرآن کا مبلغ ہوں میری باتوں میں اگر کوئی تاثیر ہے تو وہ صرف قرآن کی۔ جو چیز مجھے قرآن سے الگ کرے اسے آگ لگادو۔

اشاعت قرآن

۱۹۵۰ء میں مجلس احرار اسلام کی آل پاکستان کانفرنس منعقد ہوئی ایک اجلاس میں شاہ جی نے دوران تقریر فرمایا

آج قاضی احسان احمد صاحب نے روس کی چھپی ہوئی کتاب مجھے دکھائی جس کا نام "اسٹالن" ہے قاضی صاحب نے اس کی طباعت و کتابت کی خوبیوں اور اس کی دلکشی و دلفریبی کی قصیدہ خوانی کرتے ہوئے بتایا۔ شاہ جی! دیکھو ان تمام خوبیوں کے باوصف اس کتاب کی قیمت روپیہ یا بارہ آنے ہے، میں کہتا ہوں کہ کوئی کمال نہیں۔ اسٹالن کی اپنی حکومت اپنی سیاہی، اپنا قلم، اپنا کاغذ، اپنا پریس، اپنے ملازمین اور کارندے، غرضیکہ اس سلسلہ کے تمام سازوسامان اسے مہیا ہیں وہ جو چاہے جس طرح چاہے اسے شائع کرسکتا ہے۔ اسے تو یہ کتاب دنیا کو مفت تقسیم کرنی چاہیے۔ سٹالن کا یہ کوئی کمال اور خوبی نہیں کمال اور خوبی ملاحظہ کرنی ہو تو قرآن پاک کی تاریخ ملاحظہ فرمائیے!

وہاں نہ قلم، نہ دوات، نہ کاغذ، نہ پریس، نہ عملہ، نہ حکومت اور نہ ہی دنیاوی سازوسامان جن کے بل بوتے پر قرآن کی اشاعت کا اہتمام کیا جاسکے۔ لیکن کمال ملاحظہ ہو کہ آج قرآن مجید کروڑوں انسانوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔ میں دنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ قرآن مجید کے مقابلہ میں کوئی ایسی کتاب لائیے جو آج تک اس سے زیادہ اشاعت

پذیر ہوئی ہو اور اس سے زیادہ انسانوں کے سینہ میں محفوظ ہو۔

خطابت کی معجز نمائی

شاہ جی کی معجزانہ خطابت کی کئی مثالیں ہیں لیکن ڈیرہ غازیخان کی یہ مثال اس لئے قابل ذکر ہے کہ وہاں اگر خطابت کی معجز نمائی نہ ہوتی تو قتل وغارت کا بازار خوب گرم ہوتا۔

مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام ڈیرہ غازی خان میں ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا اجتماع سے چند روز قبل وہاں کے بعض مقتدر اور بااثر زمینداروں نے شاہ جی کے خلاف خوب خوب پروپیگنڈہ کیا ان دنوں مزارات کے قبوں کا مسئلہ زوروں پر تھا علاقہ کے باشندوں کو شاہ جی کے خلاف خوب بھڑکا دیا گیا کہ آپ قبروں پر قبے تعمیر کرنے کے حق میں نہیں ہیں۔ شاہ جی حسب پروگرام اجتماع میں شرکت کیلئے تشریف لائے جلسہ گاہ کا رنگ بگڑا ہوا تھا۔ سامعین کی اکثریت خراج پیش کرنے کی بجائے لاٹھیوں اور کلہاڑیوں سے مسلح تھی۔

شاہ جی اسٹیج پر رونق افروز ہوئے اور تلاوت کے بعد خطاب شروع کیا تو مجمع کے ایک گوشے سے ایک شخص نے نہایت تلخ و ترش لہجہ میں دریافت کیا۔

شاہ جی کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے روضۂ اطہر پر قبہ موجود ہے یا نہیں؟

شاہ جی نے ہاں میں جواب دیا سنتے ہی وہ کڑکتے ہوئے بولے تو پھر وہ آپ قبروں پر سے قبے گرانے والے اور اس کے خلاف آواز اٹھانے والے کون ہوتے ہیں شاہ جی نے برجستہ فرمایا میں بھی تو یہی کہتا ہوں جب رسول کریم ﷺ کے روضہ اطہر پر قبہ موجود ہے تو پھر دوسری جگہ نہیں ہونا چاہئے۔ حضور ﷺ جس طرح نبوت و رسالت کے معاملہ میں وحدہ لاشریک ہیں اسی طرح ہر معاملہ میں ان کا کوئی مثیل اور شریک نہ ہونا چاہیئے۔ گنبد خضریٰ کے بعد کسی اور قبہ کی تعمیر شرک فی النبوت ہے۔

شاہ جی کے اس جواب سے مجمع کا رنگ بدل گیا اور فضا امیر شریعت زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی۔

جرأت و شجاعت

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی جرأت و شجاعت، بے باکی و حق گوئی بھی ضرب المثل تھی۔ ۱۹۲۱ء کا ذکر ہے کہ آپ کو امرتسر میں ایک باغیانہ تقریر کرنے کے جرم میں گرفتار کرلیا گیا۔ جرم کی تصدیق کے لئے جب آپ کو عدالت میں پیش کیا گیا۔ تو کمرۂ عدالت میں داخل ہوتے ہی آپ کے نرم و نازک ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی مجسٹریٹ نے دریافت کیا۔

شاہ صاحب: آپ نے امرتسر میں اس مفہوم کی تقریر کی ہے؟

شاہ صاحب! ہاں ------ میں نے تقریر کی ہے۔

مجسٹریٹ: آپ کو علم ہے کہ ایسی تقریر کی سزا کیا ہوتی ہے؟

شاہ صاحب: ہاں مجھے علم ہے کہ اس کی سزا کیا ہے!

اگر میری تقریر جو ڈائری نویس کی جانب سے آپ کے پاس آئی اس دفعہ کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے تو

مجھے اس تقریر کا اعتراف ہے لیکن اگر یہ تقریر اس تقاضوں کو پورا نہیں کرتی ہے تو بامعنی بات کہی ہے جو اس دفعہ کے تقاضوں کو پورا کر سکے!

اس مقدمہ کا فیصلہ سناتے ہوئے جب مجسٹریٹ نے آپ کو تین سال قید بامشقت کی سزا کا حکم سنایا اور آپ میانوالی جیل میں محبوس ہوگئے تو آپ مولانا جوہر کا یہ شعر بادنیٰ ترمیم اکثر پڑھا کرتے

دار کے حقدار کو بھی قید سہ سالہ ملے
ہائے مشکل تھی جو آساں ہوتے ہوتے رہ گئی

سکوت و یاس

زندگی کے آخری ایام میں حضرت شاہ جی رحمہ اللہ تعالیٰ کے احساسات میں قدرے مایوسی اور نومیدی جھلکنے لگی تھی۔ جب آپ نے اپنے ساتھ سفر کا آغاز کیا تھا تو عوام کے عقائد میں کجی اور اعمال میں کمزوری ضرور تھی لیکن دماغ اسلام کے شغف اور دل دین کی محبت سے معمور تھے! مگر گردش لیل و نہار کے ساتھ اسلامی روایات کی روشنی پر فرنگی معاشرہ اور ہندی عقائد کی سیاہی غالب آگئی فکر و عمل کا تضاد ہوا۔ دل دماغ سے الجھنے لگا پھر دیکھتے ہی دیکھتے دماغ کی کایا پلٹی دل کا حجاب اٹھا۔ اور زبان بے باک ہوگئی۔

ارکان اسلام کا تمسخر عقائد کا مذاق رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر جھگڑا خدا کے وجود پر بحث۔۔۔۔ شاہ جی کی غیرت دینی شعلۂ جوالہ بن گئی۔ مشرقی پنجاب کی افتاد اور عذاب کے باوجود عوام و حکام کا اسلام سے فرار دیکھ کر شاہ جی بہت آزردہ خاطر ہوگئے اور پھر اپنی قوم کو مزرعہ ویران سمجھنے لگے اور بالآخر ملتان میں ایک معرکہ آرا تقریر کے دوران اپنی دل کی بات زبان پر لے آئے "میں نے پورے ایک سال تقریر نہیں کی اور نہ اب کرنا چاہتا ہوں وجہ ظاہر ہے میں تم سے کہوں تو کیا کہوں؟ جو کہنا چاہتا ہوں وہ تم سنتے نہیں ہو اور جو تم سنتے ہو وہ میرے بس میں نہیں!

میں ایک چہار دیواری میں بند ہوں جس کے اندر سب کچھ ہے اور باہر کچھ نہیں۔ وہ ہے اسلام، میرے پاس صرف ایک کتاب ہے اور وہ ہے قرآن اسے معاشرہ انسانی کیلئے ضابطۂ حیات سمجھتا ہوں مگر میرے چاروں طرف فضا میں یہ صدا گونج رہی ہے کہ اسلام کا فرسودہ نظام فی زمانہ فٹ نہیں۔ ارے تم نے اسے کب آزما کر دیکھا؟ ایک بالشت کپڑا درزی سے شکوہ کر رہا ہے کہ پیراہن فٹ نہیں بیٹھتا۔ اب مجھ میں قوم سے الجھنے کی طاقت نہیں میری ہمت تھک چکی ہے مشرقی پنجاب کے واقعات نے تو مجھے مار ہی ڈالا۔ اگر ہم نے صرف قرآن کو نہ چھوڑا ہوتا اور اپنے تئیں دامن رسالت سے وابستہ کئے رکھتے تو ہمیں کوئی زیر نہ کرسکتا اور آج بھی ہندوستان کی تاریخ کے کھنڈر ہمارے قافلۂ برق پیما کے لئے چشم براہ اور ہماری عظمت کے گواہ ہوتے

دار و رسن کے چہرے پہ غبار آہی گیا
ایک بے خوف صدا ڈوب گئی ختم ہوئی
شب کی سنگین سیاہی کا مقدر جاگا
صبح خنداں کی ضیاء ڈوب گئی ختم ہوئی